اسلام کا نظامِ امن وامان

فتنہ وفساد اور رہزنی

جناب مولانا محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

— ۶ —

قتل کے ساتھ اخذِ مال | اور اگر ان شرپسندوں نے حملہ کے بعد قتل بھی کر ڈالا اور مال بھی چھین لیا ہے تو پھر ان کی سزا بڑی دردناک طور پر ہوگی۔ اُس کی کئی شکلیں فقہا نے لکھی ہیں اور امام کو اختیار دیا ہے کہ اپنی صوابدید کے مطابق ان میں جونسی صورت وہ ماحول وزمانہ اور جرم کے پیشِ نظر مناسب سمجھے تجویز کرے۔

(۱) پہلے اُن کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹے جائیں، پھر انھیں قتل کیا جائے، پھر پھانسی پر لٹکایا جائے

(۲) ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد قتل کردیئے جائیں اور پھانسی نہ دیئے جائیں۔

(۳) ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد پھانسی دیئے جائیں اور قتل نہ کئے جائیں۔

(۴) اُن کو قتل کیا جائے پھر پھانسی دی جائے، قطع یَد ورِجل نہ ہو۔

(۵) صرف قتل کئے جائیں۔

(۶) صرف پھانسی دیئے جائیں۔ درمختار کی عبارت اس طرح ہے:۔

ان قتل واخذ المال خیّر الامام بین ستة احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل، قطع ثم صلب او فعل الثلاثة اوقتل وصلب او قتل او صلب فقط کذا فصله الزیلعی (ص ۲۳۳ ج ۳ و ص ۲۳۴ ج ۳)	اگر رہزن (ڈاکو) قتل بھی کرے اور مال بھی لے لے تو امام کو اختیار ہے کہ ان چھ طریقوں میں سے کوئی اختیار کرے، اگر چاہے (۱) دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ کر قتل کر ڈالے، یا (۲) قطع یدورِجل کے بعد پھانسی دیدے، یا (۳) ہاتھ پیر بھی کاٹے، قتل بھی کرے اور پھانسی بھی دے یا (۴) قتل کرے اور پھانسی دے یا (۵) صرف قتل کرے یا فقط پھانسی دے۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں کاٹے نہ جائیں اور بقیہ سزا میں امام کو اختیار ہے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں، ہاتھ پاؤں بھی کاٹے جاسکتے ہیں اور نہیں بھی، پھانسی ہر حال میں دی جائے گی۔ سزا ہر حال میں عبرتناک ہے۔

پھانسی اور قتل کی سزا صرف پھانسی دی جائے، یا قتل کے ساتھ پھانسی بھی دی جائے، یا قتل اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کے ساتھ ساتھ پھانسی دی جائے، یا جیسا کہ امام ابو یوسف کا مذہب ہے کہ ہر حال میں پھانسی ضروری ہے، اب سوال یہ ہے کہ پھانسی کیسے دی جائے گی۔ اور قتل و پھانسی دونوں عمل میں آئے تو پہلے کون ہو، امام طحاویؒ کہتے ہیں، پہلے قتل پھر پھانسی اور امام کرخیؒ کہتے ہیں، پہلے پھانسی پھر قتل، اور فقہاء نے اسی کو اصح قرار دیا ہے۔

ویصلب حیا ویبعج بطنه برمح الی ان یموت ومثله عن الکرخیؒ وعن الطحاویؒ انه یقتل ثم یصلب توقیا عن المثلة وجه الاول هو الاصح ان الصلب علی هذا الوجه ابلغ فی الردع وهو المقصود (ہدایہ باب قطع الطریق)

زندہ پھانسی پر چڑھایا جائے اور نیزہ سے اس کا پیٹ چاک کر ڈالا جائے تا آنکہ وہ جان دیدے، امام کرخی سے یونہی روایت ہے اور امام طحاوی سے روایت ہے کہ پہلے قتل کیا جائے، پھر پھانسی پر اس کی لاش لٹکائی جائے، تاکہ مُثلہ نہ ہونے پائے، پہلا طریقہ صحیح ہے اس لئے کہ پھانسی کا پہلا طریقہ لوگوں کو اس کام سے روکنے میں زیادہ بلیغ ہے اور سزا کا مقصد بھی یہی ہے،

مجرم کی لاش پھانسی پر اس سے معلوم ہوا کہ راجح یہ ہے کہ سولی پر پہلے چڑھایا جائے، اگر پھانسی پر کھینچا جائے تو لاش تین دن تک اسی پر چھوڑ دی جائے گی، تاکہ باعثِ عبرت و بصیرت ہو، اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ مسلسل چھوڑ دیا جائے، یہاں تک کہ خود لاش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر جائے، لیکن جو لوگ تین دن کی قید لگاتے ہیں، وہ بدبو اور اذیت کی وجہ سے۔

ویترک ثلاثة ایام من موته ثم یخلی بینه وبین اهله لیدفنوه ولا یترک منها علی الظاهر

مرنے کے بعد سے تین دن تک اس کی لاش پھانسی پر چھوڑ دی جائے، پھر اس کے اہل و عیال کو موقع دیا جائے گا کہ وہ اسے دفن کر ڈالیں، تین دن سے زیادہ ظاہر روایت

وعن الثانی یترک حتی یتقطع (درمختار باب قطع الطریق)

کے مطابق باقی چھوڑی نہیں جائے گی اور امام ابو یوسف سے روایت ہے، وہ لاش پھانسی پر ہی چھوڑ دی جائے گی تاآنکہ وہ خود ریزہ ریزہ ہوکر ختم ہوجائے۔

ہدایہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

ولا یصلب اکثر ثلاثة ایام لانه یتغیر بعدها فیتاذی الناس به وعن ابی یوسف انه یترک علی خشبة حتی یتقطع ویسقط لیعتبر به غیره (ہدایہ باب قطع الطریق)

تین دن سے زیادہ پھانسی پر لاش چھوڑی نہیں جائیگی، کیونکہ اس کے بعد وہ سڑ جائے گی اور لوگوں کے لئے باعث اذیت بن جائے گی۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ وہ پھانسی کی لکڑی پر چھوڑ دی جائے تاآنکہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر جائے تاکہ دوسرے اس سے عبرت حاصل کریں

تین دن عبرت کے لئے کافی ہے، اور ادھر پبلک کو بدبو کی اذیت سے بچانا بھی ضروری ہے۔ اس لئے تین دن والی روایت یہاں قابلِ ترجیح ہوگی۔

<u>پھانسی کا طریقہ</u> | رہا پھانسی کا طریقہ کیا ہوگا؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے زمین میں ایک لکڑی مضبوط گاڑی جائے۔ پھر اس سے کچھ اوپر ایک لکڑی عرض میں باندھی جائے، مجرم اس پر اپنے دونوں پاؤں رکھ کر کھڑا ہوجائے، پھر اس گاڑی ہوئی لکڑی میں دوسری لکڑی اس پہلی لکڑی سے کچھ اونچائی پر باندھی جائے جہاں مجرم کا سینہ پہونچتا ہو۔ اس دوسری لکڑی سے ملا کر اس کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ اب اس کی بائیں چھاتی کے نیچے نیزہ زور سے مارا جائے اور اس کے پیٹ میں پہونچا کر اتنے زور سے ہلایا جائے کہ اس کی موت واقع ہوجائے۔

وھی ان تغرز خشبة فی الارض ثم یربط علیها خشبة اخری عرضا فیضع قدمیه علیها ویربط من اعلاها خشبة اخری ویربط علیها

پھانسی یہ ہے کہ ایک لکڑی زمین میں گاڑی جائے، پھر اس پر عرض میں دوسری لکڑی باندھی جائے، پس اس دوسری لکڑی پر مجرم اپنے دونوں قدم رکھ کر کھڑا ہوجائے۔ اس دوسری لکڑی سے اوپر گاڑی ہوئی لکڑی

يديه الخ ثم يطعن بالرمح ثديه الايسر ويخضخض بطنه الى ان يموت - (رد المحتار باب قطع الطريق ص۲۳۴ ج۳)

میں ایک دوسری لکڑی باندھی جائے اور اس سے اس مجرم کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے جائیں پھر اس کی بائیں چھاتی کے پاس نیزہ مارے اور اسے پیٹ تک ہلاتا لیجائے، تاآنکہ اس کی موت واقع ہو جائے۔

اس کی شکل یہ ہوگی۔

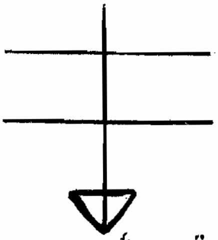

اس سے اس کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں

اس پر کھڑا کیا جائے

ان مجرمین کی نمازِ جنازہ وغیرہ نہیں ہو | یہ تو سزا ہوئی، اس پر مزید یہ ہے کہ رہزن اور ایسے فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی، اس کا جرم اتنا سنگین ہو کہ اسلام اس کے بعد بھی اس پر ترس نہیں کھاتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اس امن وامان کے دشمن کو نہ غسل دیا جائے اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے البتہ دفن کر دیا جائے۔

وهي فرض على كل مسلم خلا اربعة منهم بغاة وقطاع طريق فلا يغسلوا ولا يصلي عليهم (درمختار باب الجنائز)

نماز جنازہ چار شخصوں کے علاوہ اور تمام مسلمانوں کی فرض ہے، ان میں باغی اور ڈاکو بھی ہیں، اُن کو نہ غسل دیا جائیگا اور نہ اُس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

ایسا سلوک اس وجہ سے اس کے ساتھ روا رکھا گیا ہے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے قانون کی خلاف ورزی کی ہے اور امن وامان جیسی قیمتی دولت کو برباد کرنے کی سعی کی ہے، اس لئے یہ اس لائق ہو گیا کہ اس کی توہین و تذلیل کا مظاہرہ ہر ہر پہلو سے ہو اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ رہزنی اور فساد کس قدر بُری چیز ہے۔

ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد داغنا | رہزن اور فسادی کے صرف ہاتھ پاؤں جب کاٹے جائیں گے، تو ہاتھ پہونچے سے کاٹ کر لوہے کو گرم کرکے داغ دیا جائیگا، تاکہ خون بند ہو جائے، اسی طرح پاؤں کو ٹخنوں سے کاٹنے کے بعد بھی کیا جائے گا یعنی اسے بھی داغ دیا جائے گا تاکہ خون بند ہو جائے، اور جسم کا سارا خون گرنے نہ پائے۔

ایک مرتبہ پھر سرسری طور پر غور کیجئے کہ فسادی اور ڈاکوؤں کی جو سزا اسلام نے مقرر کی ہے وہ کس قدر دہشتناک ہے اور اسی سے اندازہ لگائیے کہ امن وامان کا اسلام کے قوانین میں کیا درجہ ہے، اعضاء کاٹنے کے بعد داغنے کا جو حکم ہے اس کی تفصیل سرقہ کے باب میں مذکور ہے۔

ویقطع یمین السارق من الزند ویحسم (ہدایہ)	چور کا ہاتھ گٹے کے پاس سے کاٹا جائے گا اور پھر داغ دیا جائے گا۔

"یدٗ" کا اطلاق تو پورے ہاتھ کو بغل تک شامل ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بتاتا ہے کہ پہونچا ہی اُتروایا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے:

"قطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم سارقا من المفصل (بنایہ ص۷۶۲ ج۲)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ جوڑ کے پاس سے کاٹا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک چور آپ کی خدمت میں لایا گیا اور اُس نے چوری کا اقرار کر لیا تو آپ نے فرمایا:۔

فاذھبوا بہ واقطعوہ ثم احسموہ اخرجہ الحاکم فی مستدرکہ (ایضاً)	اسے لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ کر داغ دو۔

اسی طرح پیر کے کاٹنے کے سلسلہ میں صراحت ہے۔

قطعت رجلہ الیسریٰ من الکعب عند اکثر اھل العلم وفعل عمرؓ کذالک (البنایہ ص۷۶۲ ج۲)	اس کا بایاں پیر ٹخنے کے پاس سے کاٹا جائے، اکثر اہلِ علم کا یہی مذہب ہے اور حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا۔

پوری تفصیل اس سلسلہ کی دیکھنی ہو تو احکام القرآن للجصاص جلد ثانی "باب من این یقطع السارق" ملاحظہ فرمایا جائے، یہاں اس پر بحث کار آمد نہیں ہوگی۔

سزا پوری جماعت کو یہ بات واضح رہے کہ جُرم کے ثبوت میں ہر ایک کے لئے الگ الگ ثبوت کی ضرورت نہیں، ایک گروہ کے ایک آدمی کا جرم ثابت ہوگیا اور بقیہ کی شرکت کا، تو سب کو پوری پوری سزا ملے گی، یہ نہیں ہو

کہ جس نے عملاً کام کیا وہ قابل مواخذہ ہو اور معاون و مددگار قابل درگذر، یا ہلکی سزا کے مستحق۔

وان باشر القتل احدهم ای احد قطاع الطریق اجری الحد علیهم باجمعهم وبه قال مالك واحمد ..... لانه جزاء المحاربة وهی تحقق بان یکون البعض ردأ ای عونا للبعض ..... وانما الشرط القتل من واحد منهم ..... فیقتلون جمیعا وهذه لان قوله وجب حدا علیهم لا قصاصًا فلم یعتبر المساواة فصار من قتل ومن لم یقتل سواء - (البنایه ص ۷۸۴/ج ۲)

خواہ ان ڈاکوؤں میں سے ارتکاب جرم ایک ہی نے کیوں نہ کیا ہو، مگر حد ان تمام پر جاری ہوگی اور امام مالک اور امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں، اس لئے کہ یہ ڈکیتی کی سزا ہے اور اس کا تحقق ہوا، بایں طور کہ بعض بعض کا معاون و مددگار ہوا، صرف شرط یہ ہے کہ اُن میں سے کسی ایک سے قتل کا وقوع پایا جائے، لہذا وہ تمام اور یہ سب قتل کئے جائیں گے، اس لئے کہ یہ سزا بطور حد واجب ہوئی ہے، قصاص کے طور پر نہیں، اس لئے اس میں مساوات کا اعتبار نہیں ہے۔ لہذا جس سے قتل پایا جائے اور جس سے نہ پایا جائے دونوں جرم و سزا میں برابر ہے۔

قاعدہ کے مطابق بھی یہی چاہیئے کہ جب سارے کے سارے اس گروپ میں شریک تھے تو سب ہی مجرم ہیں، یہ ہوتا ہی ہے کہ کوئی قتل کرتا ہے، کوئی اور کام کرتا ہے، جماعت میں کام باہم بٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ درمختار میں ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

وتجری الاحکام المذکورة علی الکل بمباشرة بعضهم الاخذ والقتل والاخافة (علی هامش ردالمحتار ص ۲۳۴/ج ۳)

اگر جماعت میں سے کسی سے بھی اخذِ مال، قتل اور ڈرانا پایا جائے گا، تو تمام پر احکام مذکورہ جاری ہوں گے۔

امام ابن تیمیہ نے صراحت کی ہے کہ اگر وہ گروہ سیکڑوں کی تعداد میں ہوں گے، تو بھی سب کے سب قتل کر ڈالے جائیں گے، اس لئے کہ خلفاء راشدین سے یہی ماثور ہے۔

وهذا هو الماثور عن الخلفاء الراشدین (السیاسة الشرعیة ص ۳۶)

خلفاء راشدین سے یہی منقول و ماثور ہے۔

پھر انھوں نے حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ نے اس شخص کو بھی قتل کرڈالا جو اونچی جگہ بیٹھکر راہگیروں کو دیکھتا رہتا تھا کہ کون شخص کدھر سے آرہا ہے اور پھر ڈاکو مل کر لوٹ مارمچاتے ہیں۔ [1]

حقوق اللہ اور حقوق العباد ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہو جائیں، مثلاً شرپسندوں کا یہ گروہ کسی کا مال بھی چھین لے اور اُسے زخمی بھی کردے تو اس شکل میں حق اللہ پر عمل کرتے ہوئے حق العبد سے درگذر کیا جائے گا، یعنی اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور گرم لوہے سے داغے جائیں گے۔ زخم جو موجب قصاص ہے اسے ترک کردیا جائے گا، کیونکہ جب حد جاری ہوچکی تو عصمتِ نفس ساقط قرار دی جائے گی، حد اور قصاص دونوں جمع نہ ہوں گے ،

وان اخذ مالا ثم جرح قطعت یدہ ورجلہ و بطلت الجراحات لان الحد والضمان لا یجتمعان عندنا لانہ لما وجب الحد حقاً للہ سقطت عصمۃ النفس حقاً للعبد کما سقط عصمۃ المال (البنایہ ص۸۵۵ ج۲)	اور اگر اس نے مال چھینا پھر زخمی کیا ہے تو اس مجرم کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا اور جراحات باطل قرار پائیں گے، اس لئے کہ احناف کے یہاں حد اور ضمان دونوں جمع نہیں ہوتے ہیں، اس وجہ سے کہ جب حد (جو اللہ کا حق ہے) واجب ہوگیا تو بندہ کا حق عصمتِ نفس ساقط ہوجائے گی جس طرح عصمتِ مال ساقط ہوجاتی ہے۔

گرفتاری سے پہلے توبہ اور قصاص کا وجوب اس سلسلہ میں چند صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں حد واجب نہیں ہے، مگر ان صورتوں میں قصاص یا ضمان دونوں میں سے کوئی ضرور لازم ہوگا۔ اور چونکہ یہ حق العبد کی فہرست میں داخل ہے، لہذا بندہ کو معاف کرنے کا حق بھی حاصل ہوگا، خواہ ان سے ضمان اور قصاص لے، خواہ معاف کردے جیسے کسی نے صرف زخم پہونچایا، قتل اور اخذ مال پایا نہ گیا، یا اخذِ مال پایا گیا، لیکن دس درہم سے کم، یا قتل اور اخذِ مال تو پایا گیا لیکن گرفتاری سے پہلے اس نے توبہ کرلی اور مال واپس کردیا تو ان صورتوں میں حد واجب نہ ہوگی لیکن ولی مقتول کو قتلِ عمد کے سلسلہ میں

---

[1] دیکھئے السیاسۃ الشرعیہ ص۳۶۔

اختیار ہے کہ قصاص میں اسے قتل کر ڈالے، یا دیت قبول کرے، اور درگزر کرے، یا بالکل معاف کردے۔

وان اخذ بعد ما تاب وقد قتل عمداً فان شاء الاولیاء قتلوه وان شاءوا عفوا عنه، لان الحد فی هذه الحالة لایقام بعد التوبة للاستثناء المذکور فی النص الخ (ہدایہ)	اور اگر توبہ کے بعد گرفتار ہوا ہے اور قصداً اس نے قتل کا ارتکاب کیا ہے تو اولیاء مقتول کو اختیار ہے، جی چاہے اسے قتل کر ڈالے، جی چاہے معاف کر دے۔ کیونکہ توبہ کے بعد اس حالت میں حد قائم نہیں کی جاتی ہے کہ نص میں استثناء مذکور ہے۔

جس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے، یہ ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (المائدہ - ۵)	ہاں مگر جو لوگ ابھی گرفتاری سے پہلے توبہ کرلیں تو جان رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ بخشدیں گے اور مہربانی فرمائیں گے۔

حضرت تھانویؒ اس کا تفسیری ترجمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"ہاں مگر جو لوگ قبل اس کے، کہ تم ان کو گرفتار کرو، توبہ کرلیں، تو اس حالت میں جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے حقوق بخشدیں گے اور توبہ قبول کرنے میں مہربانی فرما دیں گے۔ مطلب یہ کہ اوپر جو سزا مذکور ہوئی ہے وہ حد اور حق اللہ کے طور پر ہے، جو کہ بندہ کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتی، قصاص و حق العبد کے طور پر نہیں کہ بندہ کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے۔ پس جب قبل گرفتاری کے ان لوگوں کا تائب ہونا ثابت ہو جائے تو حد ساقط ہو جاوے گی جو کہ حق اللہ تھا، البتہ حق العبد باقی رہے گا، پس اگر اس نے مال لیا ہوگا تو اس کا ضمان دینا پڑے گا اور اگر قتل کیا ہوگا تو اس کا قصاص لیا جائے گا۔ لیکن اس میں ضمان و قصاص معاف کرنے کا حق صاحب مال اور ولی مقتول کو ہوگا"[۱]

---

[۱] بیان القرآن برحاشیہ قرآن پاک تاج کمپنی ص ۲۳۲۔

حقوق العباد معاف نہیں | یہاں بھی آپ نے دیکھا کہ حق اللہ کی معافی کی شکل پیدا ہوئی، مگر حق العبد مجرمین سے چپٹا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہر حال پر رحم کھایا۔ لیکن حقوق العباد سے بری قرار نہیں دیا، ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:۔

ومتی سقط الحد المذکور فی	آیت میں مذکور جب حد ساقط ہو جائے گی تو انسانوں
الآیة وجبت حقوق الآدمیین	کے حقوق واجب ہو جائیں گے جیسے قتل کرنا، زخمی کرنا، مال کی ضمان
من القتل والجراحات وضمان المال	اور جب حد واجب ہوگی تو آدمیوں کے حقوق ختم
واذا وجب الحد سقط ضمان حقوق	ہو جائیں گے، خواہ مال میں ہو، یا جان میں ہو
الآدمیین فی المال والنفس والجراحات	اور زخم کی صورت میں۔

(احکام القرآن ص ۴۱۳/۲ج)

اب تک جو کچھ بیان کیا گیا، یہ تو دنیاوی سزا ہے یا رسوائی، جس کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ذَالِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا (المائدہ۔ ۵) یہ اُن کی دنیا میں رسوائی ہے۔

آخرت کی سزا | باقی آخرت کا عذاب اس کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے۔

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (المائدہ۔ ۵) اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

یعنی دنیاوی سزا کے بعد آخرت کے عذاب میں بھی گرفتاری ہوگی، یہاں کی سزا وہاں کے عذاب سے بچنے کا ذریعہ نہ بن سکے گی، ابوبکر جصاص اس آیت کو نقل کرکے لکھتے ہیں۔

وقوله تعالیٰ ولهم فی الآخرة الخ	اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ آخرت میں اُن کے لئے عذاب ہے،
یدل علی ان اقامة الحد علیه لاتکون	بتاتا ہے کہ حد کا اجراء گناہ کا کفارہ نہیں بنتا، کیونکہ
کفارة لذنوبه لاخبار الله تعالیٰ بوعیده	اللہ تعالیٰ نے اقامتِ حد کے باوجود آخرت میں عذاب
فی الآخرة بعد اقامة الحد (احکام القرآن ص۴۱۳/۲ج)	کی دھمکی دی ہے۔

اندازہ لگایا جائے کہ اس جرم رہزنی اور فساد فی الارض کی شدت کس پیمانہ کی ہے کہ دنیا میں

رسواکن سزا کے بعد بھی آخرت کے عذاب سے بچاوے کی شکل نہیں پیدا ہوئی اور بالآخر اگر توبہ نہیں کی ہے تو آخرت میں عذاب بھگتنا پڑیگا۔

گلا دبانے والے مجرم | اسلام کسی بھی ظالم، فسادی اور شر پسند کو برداشت نہیں کرتا، اس کا حکم ہے کہ اس طرح کے جتنے لوگ ہوں جو عوام وخواص کا چین اور آرام دیکھنا نہ چاہتے ہوں، حکومتِ وقت اس کی سخت سزا کرے اور اگر مناسب سمجھے تو قتل کر ڈالے اور ایسا شخص جو جرم کا عادی ہو جائے اس کی معافی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ومن تکرر الخنق منه فی المصر ای خنق مرارا قتل به سیاسةً لسعیه فی الارض بالفساد وکل من کان کذالك یدفع شره بالقتل۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب قطع الطریق ص ۲۳۵ ج ۳)

اور جو آبادی میں گلا گھونٹنے کا ارتکاب بار بار کرے، اسے سیاستاً قتل کر دیا جائے گا اس لئے کہ وہ آبادی میں فساد کے درپے ہے اور جو شخص بھی ایسا ہو اسے قتل کر کے اس کا شر ختم کیا جائے گا۔

جب مصر اور آبادی میں خناق قابلِ گردن زدنی ٹھہرا تو مصر کے باہر تو بدرجۂ اولیٰ ہوگا۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:۔

وکذا فی غیرہ (رد المحتار باب ایضاً ص ۲۳۶ ج ۳) اور ایسا ہی آبادی کے باہر بھی۔

تکرار کا مفہوم | بار بار کی جو شرط بیان کی گئی ہے، اس کا منشا صرف اس قدر ہے کہ پہلی مرتبہ میں بطور حد قتل نہ کیا جائے، اگرچہ قصاص سے بچے گا بھی نہیں، مگر جب دوبارہ کرے تو پھر اسے حد میں وجوباً قتل کر دیا جائے، چنانچہ مرار کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قوله خنق مرارا اراد مرتین فصاعدا .... لانه لو خنق مرة واحدة فلا قتل عند الامام (ایضاً)

بار بار گلا دبانے کی مراد دو مرتبہ یا اس سے زیادہ ہے، اس لئے اگر ایک مرتبہ اس نے ایسا کیا ہے تو امام صاحب کے نزدیک اس کی سزا قتل نہیں ہے۔

کسی فسادی کو معافی نہیں | خوب غور کریں کہ جو بھی وجہ فساد بنتا ہے اس کے متعلق حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا شر اس طرح دفع کیا جائے کہ اسے قتل کر ڈالا جائے۔ چنانچہ باب التعزیر میں صراحت ہے۔

وعلیٰ ھذا القیاس المکابر بالظلم و قطاع الطریق وصاحب المکس وجمیع الظلمۃ بادنیٰ شیٔ لہ قیمۃ وجمیع الکبائر والاعونۃ و السعادۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلھم و افتیٰ الناصحی بوجوب قتل کل موذٍ (الدر المختار علیٰ ہامش رد المحتار باب التعزیر ص۱۹۷ ج۳)

اسی قاعدہ کے مطابق زبردستی ظلم کرنے والا، رہزنی کرنے والا، ناجائز مال لینے والا اور تمام ظالمین خواہ معمولی قیمت کی چیز لے اور کبائر کے تمام مرتکب، بذریعہ حکام ضرر پہونچانے والے اور بدامنی پھیلانے والے ان تمام کا قتل جائز ہی اور قاتل کو ثواب حاصل ہوگا اور ناصحی نے تمام موذی کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔

مفسدین کے قتل کی وجہ | مفسدین کے متعلق اسلام کے قانون میں جو سختی ہے، اس کا اس سے اندازہ لگائیں کہ وہ ستم ڈھانے والے، پبلک کو بذریعہ حکام ضرر پہونچانے والے، ملک میں بدامنی پھیلانے والے اور اس طرح کے دوسرے لوگوں کے ساتھ جن کا ضرر عام ہو، ذرہ برابر رعایت نہیں کرتا ہوا اور قتل تک کی اجازت دیتا ہے اور اُن کے قتل کی اباحت کی علّت فساد فی الارض کو بتاتا ہے۔

یباح قتلھم لانھم ساعون فی الارض بالفساد (رد المحتار ص۱۹۸ ج۳)

ان تمام کا قتل اس لئے جائز ہے کہ یہ سب زمین میں فساد کرنے والے ہیں۔

اباحت ان لوگوں کے لئے ہے جو حکومتِ وقت کے ذمہ دار نہیں ہیں، باقی حکومت اور اربابِ حکومت، تو اس پر واجب ہے کہ ان کے شر سے عوام کو بچائیں۔

لعل الوجوب بالنظر للامام ونوابہ والاباحۃ بالنظر لغیرھم (رد المحتار ص۱۹۸ ج۳)

وجوب کا حکم خلیفہ اور اس کے مقرر کردہ کے لئے ہے اور جواز کا ان کے علاوہ کے لئے۔

تعزیر کا حق | تعزیر جو حد سے الگ چیز ہے، اس کے قائم کرنے کا حکام کے علاوہ ہر شخص کو حق ہے، مگر موقعِ واردات کی حد تک، بعد واقعہ صرف حکام ہی تعزیر کر سکتے ہیں۔

ویقیمہ کل مسلم حال مباشرۃ المعصیۃ واما بعدہ فلیس ذالک لغیر الحاکم (الدر المختار وعلیٰ ہامش رد المحتار ص۱۹۸ ج۳)

معصیت کے ارتکاب کی حالت میں ہر مسلمان تعزیر کر سکیگا اور کر چکنے کے بعد بجز حاکمِ وقت اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

معصیت میں مشغول ہونے کے وقت ہر شخص کو تعزیر کی اجازت نہی عن المنکر کی حیثیت سے ہے اور اس وجہ سے بھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے رکھا ہے۔

من رائی منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ (الحدیث)	جو شخص شریعت کے خلاف امر کا ارتکاب دیکھے اُسے چاہیئے کہ اپنے ہاتھ سے اسے ختم کرے ورنہ پھر اپنی زبان سے اس کے خلاف آواز اُٹھائے

گناہ کر چکنے کے بعد البتہ ایسی تعزیر جس سے کسی بندہ کا حق متعلق ہو، یا وہ معصیت سے فارغ ہو چکا ہے، تو ان مقدمات کا دیکھنا صرف امام و حاکم کے ہاتھ میں ہے کسی اور کے نہیں۔

قال فی القنیۃ لانہ لو عندہ حال کونہ مشغولا بالفاحشۃ فلہ ذالک لانہ نہی عن المنکر وکل واحد مامور بہ وبعد الفراغ لیس بنہی لان النہی عما مضی لا یتصور فیتمحض تعزیرا وذالک الی الامام (رد المحتار ص۱۹۸ ج۳)	ناجائز فعل میں مشغولیت کی حالت میں اگر تعزیر کرے تو یہ اس کے لئے درست ہے کیونکہ اس نے نہی عن المنکر کیا، جس کا حکم ہر ایک کو ہے اور فارغ ہو چکنے کے بعد یہ نہی کے حکم میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ گذری ہوئی چیز میں نہیں کا تصور نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ صرف تعزیر ہے جس کا حق امام کو ہے۔

ڈاکو کا قتل ایک ڈاکو سے ایک مسافر کی ملاقات ہو گئی، اس نے دیکھا کہ وہ دوسرے پر حملہ آور ہے، تو اس مسافر کے لئے جائز ہے کہ اس ڈاکو کو قتل کر ڈالے، اگرچہ وہ بذاتِ خود اس پر حملہ آور نہ ہو

اذا کان مسافراً و رائی قاطع طریق لہ قتلہ وان لم یقطع علیہ بل علی غیرہ لما فیہ من تخلیص الناس من شرہ واذاہ (ایضاً ص۱۹۶ ج۳)	جب سفر میں ہو، اور وہ ڈاکو کو دیکھے تو اسے اس کا ڈاکو کا قتل جائز ہے گو اس پر وہ حملہ آور نہ ہو بلکہ کسی اور پر ہو، اس وجہ سے کہ لوگوں کو اس کے شر اور اذیت سے بچانا ہے۔

موقع واردات کے بعد اب مقدمہ اور اس کا فیصلہ اور اس کی سزا، یہ سب حکام کا کام ہے، اس میں عوام دخل انداز نہیں ہو سکتے تاکہ ملکی نظام میں کوئی انتشار پیدا ہونے نہ پائے۔